اسلام اور بین الادیان سماجی تعلقات

ڈاکٹر احمد رضا[1]

خلاصہ:

مسلم معاشرتی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ بین الادیان معاشرتی تعلقات کا ہے۔ کیا غیر مسلموں کے ساتھ روابط و تعلقات رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر جواب مثبت ہے تو پھر اس کی نوعیت اور دائرہ کار کیا ہو سکتا ہے؟ عمومی سطح پر ان کے تعلقات کیسے ہونے چاہیے اور حکومتی سطح پر اس تعلق کی حدود کیا ہیں؟ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک مسلم غیر مسلموں کے ساتھ اس طرح گھل مل جائے کہ اسے قرآنی تعلیمات اور حقوق مصطفیٰ ﷺ کا خیال بھی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی آج سے چودہ سو سال پہلے انسانی حقوق، عدل اجتماعی، تحمل و برداشت، رواداری اور بین الاقوامی تعلقات میں پر امن بقائے باہمی اور غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی جو عالی شان تعلیمات عطا فرمائی تھیں، ان کی صداقت دور حاضر میں آفاقی سطح پر نمایاں کرنے کی ضرورت ہے۔ زیر نظر مقالہ میں بین الادیان اسلامی تعلیمات کو تحقیقی اسلوب میں پیش کیا گیا ہے اور مقالہ کے آخر میں نتائج و سفارشات ترتیب دی گئی ہیں۔

کلیدی الفاظ: معاشرہ، عدل، حقوق، تعلقات

بین الادیان سماجی تعلقات کی قرآنی تعلیمات

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بین الادیان سماجی تعلقات کی بابت اساسی اصول بیان فرمائے ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ سماجی برتاؤ اور لین دین میں حسن سلوک کیا جائے۔ ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے میں اس وقت تک ہاتھ نہ کھینچا جائے جب تک ان کی طرف سے صریح دشمنی اور عہد شکنی کا عملی مظاہرہ نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[1]

[1]۔ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فکرِ اسلامی تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

> اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تمام لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[1]

علامہ قرافیؒ اس آیت کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں : "ان کے کمزور لوگوں پر نرمی کی جائے۔ ان کے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ ان کے بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے، ان کے بے لباسوں کو لباس مہیا کیا جائے، ان کے ساتھ از راہ لطف نرمی سے گفتگو کی جائے۔ان پر خوف اور ذلت مسلط نہ کی جائے، ان کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے اگر ان کی طرف سے کوئی اذیت پہنچے تو از راہ کرم اسے برداشت کیا جائے۔ ان کے لئے ہدایت کی دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں سعادت مندوں میں سے بنادے۔ دین و دنیاکے تمام معاملات میں ان کے ساتھ خیر خواہی کی جائے۔ ان کی عدم موجودگی میں اگر کوئی شخص ان کی عزت، مال و متاع اور اہل و عیال کے درپے ہو تو اس کی حفاظت کا سامان کیا جائے۔ الغرض ان کے تمام حقوق اور مصالح کا تحفظ کیا جائے اور دستِ ظلم کو ان کی طرف بڑھنے نہ دیا جائے اور ان کے تمام حقوق ان کے گھر کی دہلیز تک پہنچائے جائیں"[2]۔

کلام الٰہی کی یہ تعلیمات صرف پڑھنے کی حد تک نہیں ہے بلکہ اس کے عملی نفاذ کی ایک شان دار تاریخ بھی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مبارک زندگی اور معمولات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بہترین اسوہ قرار دیا ہے۔ اور رہتی دنیا تک آپؐ کے حقوق وحی کے ذریعے متعین فرما دیئے ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ آپؐ کا پڑوس رہا۔ آپؐ نے ہمیشہ ان کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کا رویہ اختیار کیا۔ آپؐ ان کو تحائف دیتے تھے اور ان کے تحفے اور دعوتیں بھی قبول کرتے تھے۔ آپؐ غیر مسلم مریضوں کی بیمار پرسی کرتے اور غیر مسلم افراد پر صدقہ و خیرات بھی کرتے تھے۔ آپؐ کے اس حسن سلوک کی اتباع میں خلفائے راشدین اور ان کے بعد مسلم حکمرانوں نے یہ عمل جاری رکھا۔

---

[1]۔ القرآن الکریم، سورۃ الممتحنۃ ۶۰ : ۸

[2]۔ القرافی، ابوالعباس شہاب الدین احمد، انوار البروق فی انواء الفروق، عالم الکتب، بیروت ۱۴۱۲ھ، ص ۱۵۳

بین الادیان سماجی اخلاق کی قرآنی تعلیمات

قرآن مجید مسلمانوں کو اخلاق اور اعلیٰ ظرفی کی تعلیم دیتا ہے۔ تمام انسانوں کے ساتھ نرمی اور خوش مزاجی سے پیش آنے کی تلقین کرتا ہے۔ درحقیقت اسلامی شریعت یہ نہیں چاہتی کہ بد اخلاقی اور نامناسب زبان استعمال کی جائے یا کسی بھی معاملے میں تنگ نظری برتی جائے۔ چنانچہ اسلام نے مسلمانوں کو باہمی اخلاقیات کی جو تعلیم اور ہدایات دی ہے ان کا صحیح مصداق تو مسلمان ہیں تاہم غیر مسلم افراد بھی اس میں شامل ہیں۔ سطورِ ذیل میں بین الادیان سماجی اخلاق کی قرآنی تعلیمات بیان کی جاتی ہیں۔

بین الادیان تحائف کا تبادلہ

اجتماعی زندگی میں تحفے تحائف کے تبادلہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ دراصل یہ ایک اخلاقی سماجی ضرورت ہے، اس سے محبت اور دوستی بڑھتی ہے اور تعلقات مستحکم ہوتے ہیں۔ باہمی فاصلے کم ہوتے ہیں اور دلوں سے تکلیف و رنج کے آثار دور ہوتے ہیں۔ تبادلۂ تحائف کی بابت آنحضرت ﷺ کا فرمان ذی شان ہے:

تهادوا فان الهدية تذهب وحر الصدر [1]

ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے دو، اس لیے کہ یہ سینہ کی عداوت اور حسد کو دور کرتے ہیں۔

یہ حکم عام ہے اور اس کے عموم سے غیر مسلم خارج نہیں ہیں۔ احادیث طیّبہ کے مطالعہ سے غیر مسلموں کو تحفے دینے اور ان کے تحفے قبول کرنے کا ثبوت موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے اور اس پر عمل فرمایا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اس معاملہ میں آپ ﷺ کا اسوہ یہ بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يقبل الهدية و يثيب عليها [2]

رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس کے عوض ہدیہ دیتے تھے۔

[1] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب الولاء والھبتہ، باب فی حث النبی ﷺ علی التھادی، حدیث: ۲۱۳۰
[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، کتاب الھبتہ، باب المکافاۃ فی الھبتہ، حدیث: ۲۴۴۵

ابو حمید فرماتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کو سفید خچر تحفہ میں دیا اور ایک خوبصورت چادر پہنائی تو آپ ﷺ نے اسے اس کے علاقے کا امان نامہ لکھ دیا۔[1]

صحیح بخاری ہی کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مکہ میں مقیم اپنے بھائی کو ایک جوڑا (تحفہ) میں دیا[2]۔

بین الادیان سربرہان مملکت سے تحائف کا تبادلہ

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں سربراہان مملکت کو تحفے دیئے اور ان کے ارسال کردہ تحائف کو قبول فرمایا۔ تحائف کا تبادلہ درحقیقت تالیف قلوب کا ایک اہم ذریعہ ہے جس سے بین الاقوامی سطح پر روابط مستحکم ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے:

ان کسری اهدی له فقبل و ان الملوک اهدوا الیه فقبل منهم[3]

کسریٰ نے آپ ﷺ کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے قبول کیا، اسی طرح مختلف بادشاہوں نے آپ ﷺ کو ہدیے دیے آپ ﷺ نے انہیں قبول فرمایا۔

غزوہ تبوک کے واقعہ کے تحت حضرت ابو حمید ساعدیؓ بیان کرتے ہیں:

اهدی ملک ایلة للنبی ﷺ بغلة بیضاء وکساه برداً وکتب الیه ببحرهم یعنی بلدهم[4]

ایلہ[5] کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ ایک سفید خچر پیش کیا اور ایک چادر پہنائی۔ تو آپؐ نے اس کے علاقہ پر اس کا قبضہ باقی رہنے کا فرمان لکھ دیا۔

---

[1] الجامع الصحیح البخاری، کتاب الهبته و فضلها، باب قبول الهدیة من المشرکین حدیث: ۲۱۲۸

[2] الجامع الصحیح البخاری، کتاب الهبته و فضلها، باب قبول الهدیة من المشرکین حدیث: ۲۶۱۹

[3] سنن ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی قبول هدایا المشرکین، حدیث: ۱۵۴۸

[4]۔ الجامع الصحیح البخاری، کتاب الهبته و فضلها، باب قبول الهدیة من المشرکین حدیث: ۲۱۲۸

[5] ایلہ کے بادشاہ کا نام یحنتہ بن رؤبہ تھا (بحوالہ ابن ہشام، السیرة النبویة، تحقیق: مصطفیٰ السقاد، مکتبة مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۹۹۵ء، ج۲، ص۵۲۵)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اکیدر دومتہ [1] نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی کرتا بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ لوگ اسے تعجب سے دیکھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے جنت میں سعد بن معاذؓ کے رومال اس سے عمدہ ہیں [2]۔

مذہبی تہواروں پر تحائف کا تبادلہ

غیر مسلموں کے مذہبی اور ثقافتی تہواروں پر تحفہ بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ایک اہم بحث ہے۔ اکثر علماء کرام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ امام زیلعی فرماتے ہیں: نیروز اور مہرجان (فرس کے ہاں بڑی دو عیدوں) کے دو دنوں پر تحفہ بھیجنا نہ صرف حرام ہے بلکہ کفر ہے [3]۔ شیخ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: جس کسی نے مسلمانوں کو عام حالات کے علاوہ ان کی عیدوں کے موقعہ پر تحفہ بھیجا تو ایسے تحفے کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصا ایسا تحفہ جس سے ان سے مشابہت کا اندیشہ ہو، مثلا شمع کا تحفہ وغیرہ [4]۔

البتہ غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں پر تحائف کے بارے میں کچھ روایات مروی ہیں۔ مثلاً سنن کبری میں ہے: امام ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ کسی غیر مسلم نے حضرت علیؓ کی خدمت میں نوروز کا ہدیہ پیش کیا تو آپؓ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا یہ نوروز کا دن ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا یوم فیروز پر ایسا کیا کرو [5]۔ اس روایت کے راوی ابو اسامہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے نوروز کی بجائے یوم فیروز کہا، یعنی ان کی عید کا نام نہیں لیا۔

---

[1] اس کا نام اکیدر بن عبدالملک الکندی تھا۔ یہ دومتہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیج کر صلح کی لیکن اسلام نہیں لایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں حضرت خالدؓ بن ولید نے دومتہ کا محاصرہ کیا۔ اس سے جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا۔ (بحوالہ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۹، باب اکیدر بن عبد المالک، ج ا، ص ۱۳۵)

[2] الجامع الصحیح البخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا، باب قبول الھدیۃ من المشرکین، حدیث: ۲۴۷۳

[3] زیلعی، عثمان بن علی البارعی، تبیین الحقائق، ، المطبعۃ الکبری الامیریہ، قاہرہ، ۱۳۹۱ھ، ج ۶، ص ۲۲۸

13 ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، اقتضاء الصراط المستقیم، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۱ھ، ج ا، ص ۲۲۷

[5] البیھقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری، کتاب الجزیۃ، باب کراہیۃ الدخول علی اہل الذمتہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج ۹، ص ۳۹۲

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے کہ ایک عورت نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: بعض مجوسی ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں اور وہ اپنے تہواروں کے موقع پر ہمیں ہدیہ دیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس دن کے ذبیحہ کا گوشت نہ کھاؤ، البتہ پھل وغیرہ کھا سکتے ہو[1]۔

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ غیر مسلموں کے تالیف قلب اور انہیں اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے عام حالات میں ان سے تحائف کا تبادلہ جائز اور مستحسن عمل ہے۔ البتہ جہاں ان کے کفریہ عقائد میں ان کی مشابہت نظر آتی ہو یا پھر ان کی اعانت کا اندیشہ ہو تو ایسی صورتحال میں ان سے تحفہ قبول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اور اسی لیے اہل علم نے غیر مسلموں کو تحائف دینا یا ان سے تحائف لینے کو درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔

بین الادیان تبادلۂ تحائف کی شرائط

- دل کا میلان نہ ہو اور نہ ہی محبت و مؤدت کا اظہار ہوتا ہو۔
- کوئی کفر و شرک اور فسق والا کام نہ ہو۔
- تحفہ کسی کافر کی تعظیم اور اس کی سرداری کو متضمن نہ ہو۔
- ان سے مشابہت کا اندیشہ نہ ہو۔

بین الادیان قبولِ دعوت کی تعلیمات

معاشرے میں خوشگوار زندگی کے لیے مہمانوں کی عزت و توقیر کرنا، انہیں مدعو کرنا اور دعوت قبول کرنے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور مسلمان کی دعوت قبول کرنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور بلاوجہ اسے رد کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔ اسی طرح غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا ایک حد تک جائز ہے۔ بوقت ضرورت انہیں دعوت دی جا سکتی ہے اور ان کی دعوت قبول کی جا سکتی ہے۔ روایاتِ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غیر مسلموں کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کو جَو کی روٹی اور چربی کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے قبول فرمائی[2]۔

---

[1] ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، المصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الاطعمتہ، ما قالو فیما یوکل من طعام المجوس، مکتبہ الرشد، ریاض، ۱۴۲۲ھ، ج۸ ۵۴۸، ۵

[2] الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۴ھ، ج ۳، ص ۲۱۰

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کے کھانے پینے کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ قبیلہ ثقیف کے وفد کو جو ۹ ہجری تک اسلام نہیں لایا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور آپ ﷺ کے حکم سے حضرت خالد بن سعیدؓ ان کے کھانے کا انتظام کرتے تھے[۱]۔ الغرض غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کے ماکولات و مشروبات میں حرام اشیاء شامل نہ ہوں۔

بین الادیان عیادت کی تعلیمات

سماجی و اخلاقی تعلقات میں ایک اہم کام مریض کی عیادت بھی ہے۔ بیمار کی عیادت اور تیمار داری کرنا، اس کی راحت کا سامان مہیا کرنا اور اس کے لیے کلمات خیر کہنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ اس سے ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے۔ سماجی تعلقات میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کی عیادت کا بھی حکم ہے۔ اسلام نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ احادیث طیبہ اور سیرت مبارکہ سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپ ﷺ غیر مسلموں کی عیادت فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے: ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لیے گئے۔ آپ ﷺ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور فرمایا کہ اسلام لے آو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس کھڑا تھا، اس نے اپنے بیٹے سے کہا ابو القاسم کا کہا مان لو۔ اور وہ اسلام لے آیا تو رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے اللہ کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے نجات دی۔ اسی طرح آپ ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے اور وہ شخص غیر مسلم تھا۔ صاحب ہدایہ غیر مسلم کی عیادت کے جواز کے بارے میں فرماتے ہیں: یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے۔ اور اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا ہے[۲]۔

---

[۱] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر القرشی، البدایۃ والنہای باب قدوم وفد ثقیف علی رسول اللہ، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۷۷ء، ج ۵، ص ۳۶

[۲] المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایہ فی شرح بدایۃ، کتاب الکراھیۃ، باب مسائل متفرقۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۱ ھ، ج ۴، ص ۳۸۰

بین الادیان تعزیت کی تعلیمات

غیر مسلم کے گھر میں اگر فوتگی ہو جائے تو اس کی تعزیت کرنی چاہیے اور انسانی ہمدردی کا اظہار کیا جانا چاہیے۔ یہ ایک سماجی اور اخلاقی تقاضا ہے۔اور اسلام کی اعلیٰ تعلیمات پر عمل ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: حضرت حسنؒ بصری کے پاس ایک عیسائی آتا تھااور آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے اس کے بھائی سے تعزیت ان الفاظ میں کی: تم پر جو مصیبت آئی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا وہ ثواب عطا کرئے جو تمہارے ہم مذہب لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ موت کو ہم سب کے لیے برکت کا باعث بنائے اور وہ ایک خیر ہو جس کا ہم انتظار کریں۔ جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کا دامن نہ چھوڑدو[1]۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ اگر یہودی یا عیسائی کا بیٹا فوت ہو جائے تو کیسے تعزیت کی جائے تو آپ نے جواب دیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے موت اپنی ہر مخلوق کے لیے لکھ دی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ موت جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے جب آئے تو خیر کے ساتھ آئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو۔اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد میں کمی نہ فرمائے[2]۔

بین الادیان احترامِ جنازہ کی تعلیمات

تمام بنی نوع آدم احترام انسانیت میں یکساں ہیں چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔سب انسانی ہمدردی اور انسانی تکریم کے مستحق ہیں۔ اس لیے غیر مسلم کی خوشی اور غم میں شمولیت اسلامی حدود میں رہتے ہوئے جائز ہے۔ اگر غیر مسلم کا جنازہ جارہا ہو تو جنازہ کے احترام میں کھڑے ہو نا چاہیے۔ جنازہ کے احترام میں کھڑے ہونا آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے: ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا **الیست نفسًا**[3] (یعنی کیا وہ انسان نہیں)۔

---

[1] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، باب فی قتال اہل الشرک واہل البغی، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ص ۲۳۵

[2] ایضاً

[3] الجامع الصحیح البخاری، حدیث: ۱۳۱۲

بین الادیان خیر خواہی کی تعلیمات

اسلام خیر خواہی کا دین ہے اس لئے اسلام اعلی اخلاقی اقدار کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسروں سے اظہار ہمدردی کرنا اور ان کی ترقی و راحت اور خوشحالی کی تمنا کرنا اور ان کے حق میں دعا کرنا قلبی سخاوت اور ذہنی وسعت کی علامت ہے اور قرآن مجید کی روشن تعلیمات کے مطابق ہے۔ اس بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ[1]۔ اس قرآنی حکم میں مسلمان اور غیر مسلم سب شریک ہیں۔ اور اس بات کو غیر مسلم بھی جانتے تھے۔ سنن ابی داؤد میں ہے:

یہود آپ ﷺ کی مجلس میں زبردستی چھینکتے تھے تاکہ زبان مبارک سے ان کے حق میں دعائیہ کلمات ادا ہوں۔ آپ ﷺ **یرحمکم اللہ** کے الفاظ تو ان کے لیے استعمال نہیں فرماتے تھے۔ البتہ **یھدیکم اللہ و یصلح بالکم** فرماتے تھے۔[2] یہ بھی دعا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے حالات ٹھیک کر دے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم کو دعا دی جا سکتی ہے اور یہ اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا تقاضا ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پیش کیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین و جمیل رکھے۔ چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے اور وہ تقریباً نوے سال تک زندہ رہا لیکن اس کے بالوں میں سفیدی نہ آئی[3]۔

بین الادیان حسن معاشرت کی تعلیمات

اسلام ملت انسانی کی بھلائی چاہتا ہے۔ وہ انسانی محبت و مروت کے فطری رشتوں اور تقاضوں کی پاسداری کرتا ہے۔ اس لیے ایک فلاحی ریاست کا فریضہ ہے کہ وہ ریاست کے اندر غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھے اور ضروری امور میں تعاون کرے۔ ان حقوق میں حسن سلوک، عدل وانصاف اور مالی امداد کی بڑی اہمیت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس میں غیر اقوام کے ساتھ تعاون واشتراک کے لیے ایک میثاق ترتیب دیا۔ جسے دنیا کا تحریری دستور اور اقوام عالم کے حقوق کا معاہدہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس

---

[1] المائدہ ۵ : ۲

[2] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن لابی داود، کتاب الآداب، باب کیف یشمت الذمی

[3] الصنعانی، عبدالرزاق بن ھمام، مصنف عبدالرزاق، کتاب اھل الکتابین، السلام علی اھل الشرک والدعاء لھم

میثاق کے ذریعہ آپ ﷺ نے ثابت کر دیا کہ انسانی حقوق کے اعتبار سے تمام انسان برابر ہیں، خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔

بین الادیان ہسائیگی کی تعلیمات

معاشرتی زندگی میں انسان کا تعلق سب سے پہلے اپنے ہمسائے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام میں ہمسائیوں کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے اور ان کے حقوق بیان کیے گئے ہیں اسلام نے ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک و حسن اخلاق کی تعلیم دی اور ان کو اپنے شر سے حفاظت کی ہدایت دی ہے۔ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں: حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنی مسجد میں ٹھہرایا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کی ضیافت و خدمت کے فرائض انجام دیے۔ آپ ﷺ کا ان کے ساتھ عمدہ اخلاق اور حسن سلوک یہ مظاہرہ ان کے اس حسن سلوک کا بدلہ تھا جو اُنہوں نے مہاجرین حبشہ کے ساتھ روا رکھا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: **انھم کانوا لاصحبنا مکرمین فاحب ان اکرمھم بنفسی** (اُنہوں نے ہمارے اصحاب کی عزت افزائی کی تھی تو کیوں نہ میں خود ان کی عزت و تکریم کروں)۔

آنحضرت ﷺ نے ہمسائیوں کی بابت ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے پڑوسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیے [1]۔ اسی طرح ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ بھی تعلیم دی کہ جب سالن پکایا جائے تو اس میں اتنا پانی بڑھا دیا جائے کہ ہمسایوں میں تقسیم کیا جا سکے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ **اذا طبخت مرقۃ فاکثرماءھا و تعاھد جیرانک**[2] (جب تم سالن پکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اپنے ہمسایوں کا خیال رکھو)۔

ہمسایوں سے متعلق جو بھی احکام ہیں ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں داخل ہیں۔ یعنی جس طرح مسلمان ہمسائے کو تکلیف سے محفوظ رکھا جائے گا اور اسے خوشی و راحت میں شامل کیا جائے گا، اسی طرح غیر مسلم ہمسائے کو بھی امن فراہم کیا جائے اور اس سے حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے اس پر نہایت عمدگی سے عمل کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے ایک بار ایک بکری

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الاداب، باب فی حق الجوار
[2] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب باب الوصیتہ بالجار والاحسان الیہ

ذبح کرائی اور غلام کو ہدایت کی کہ وہ سب سے پہلے ہمسائے کو گوشت پہنچائے۔ ایک شخص نے کہا حضور! وہ تو یہودی ہے۔ آپؓ نے فرمایا یہودی ہے تو کیا ہوا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین مجھے ہمسائے کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے خیال ہوا کہ اسے وارث ہی بنا دیں گے [1]۔ اس حدیث کے حوالے سے رشید رضا مصری لکھتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پڑوس کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں جو مطلق تاکیدیں فرمائی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ان سے یہ سمجھا کہ ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں،۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا علم و فہم تمہارے لیے کافی ہونا چاہیے [2]۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے ہمسائیوں سے حسن سلوک اور ان کی اقسام کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا [3]

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام اور کنیز)۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔

علامہ قرطبیؒ آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم مندوب اور پسندیدہ۔ ہمسایہ خواہ مسلم ہو یا کافر [4]۔ آپ مزید لکھتے ہیں: علماء نے کہا ہے ہمسایہ کے اکرام و احترام میں جو احادیث آئی ہیں وہ مطلق ہیں، اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ [5]

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار

[2] رضا رشید، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامۃ لکتاب، مصر، ۱۳۹۸ھ، ج۵ ص ۷۵

[3] القرآن الکریم، سورۃ نساء ۴: ۳۶

[4] قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۴۱۱ھ، ج ۵، ص ۱۸۸

[5] ایضاً

بین الادیان عدل وانصاف کی تعلیمات

عدل و انصاف صرف کسی ایک گروہ، ملک اور قوم کی خواہش و حاجت نہیں بلکہ یہ پوری تاریخ انسانیت میں تمام انسانوں کی فطری و تاریخی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے چلائی جانے والی تحریک کا بنیادی عنصر عدل و انصاف ہوتا ہے۔ عدل و انصاف ہی وہ چیز ہے جس کی انسانیت ہمیشہ تشنہ رہی ہے۔ قرآن مجید گزشتہ اقوام کی داستان بیان کرنے کے ضمن میں بار بار اس حقیقت کی یاد دہانی کرتا ہے کہ دیکھو ظلم و فساد کے نتیجہ میں کس طرح وہ اقوام عذاب الٰہی سے دو چار ہو کر نابود ہوئیں، تم بھی اس سے ڈرو کہ کہیں ظلم کرنے کے نتیجہ میں اس قسم کے انجام سے دو چار نہ ہو جاؤ۔

اسلام نے عدل و انصاف کی سخت تاکید کی ہے۔ یہ اسلام کا امتیازی وصف ہے کہ انسان کسی بھی حال میں ہو وہ عدل و انصاف کو ترک نہ کرے۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں داخل ہیں۔ اسلام اپنے متبعین کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی فرد یا گروہ پر دست درازی کریں چاہے اس سے کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [1]

اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور کچھ لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ انصاف ہی نہ کرو۔

اس بارے میں تاریخ اسلامی نے متعدد مثالیں اپنے دامن میں محفوظ کی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک جامع اور تاریخی مثال ڈاکٹر قرضاوی نے لکھی ہے: سلطانِ مغرب محمد بن عبداللہ نے یہودی باشندوں سے انصاف کے متعلق فرمان جاری کیا کہ تمام گورنروں، ملازمین اور حکومت کے سبھی شعبوں سے منسلک تمام افراد کے لیے ہمارا یہ حکم ہے کہ وہ ہمارے تمام صوبوں میں بسنے والے یہودیوں کے لیے حق و انصاف کا ترازو قائم کریں، جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے۔ فیصلوں میں ان کے اور دیگر لوگوں کے درمیان اس طرح مساوات قائم کریں کہ کسی یہودی کو ذرہ برابر بھی ظلم و ستم اور تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ ان کی جانوں اور اموال پر نہ تو خود زیادتی کریں

[1] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ ۵:۸

اور نہ کسی دوسرے کو کرنے دیں اور ان میں سے اہل صنعت و حرفت لوگوں سے ایسا کام نہ لیا جائے جس پر وہ راضی نہ ہوں اور انہیں ان کے کام کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے جس کے وہ واقعی مستحق ہیں۔ کیونکہ ظلم دراصل روزِ قیامت کی ظلمتیں ہیں جس کے ہم روادار نہیں ہو سکتے۔ حقوق کے سلسلہ میں ہمارے نزدیک سب لوگ برابر ہیں۔ جس نے ان پر کسی قسم کی ظلم وزیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اسے ضرور سزا سے دوچار کریں گے۔[1]

بین الادیان انفاق کی تعلیمات

قرآن کریم نے انفاق اور اس کے تقاضوں کو بیان کرتے ہوئے اس جذبہ کی بھی اصلاح کی ہے کہ تعاون اور ہمدردی کے مستحق صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں۔ بہ حیثیت انسان وہ بھی ہمارے حسن اخلاق اور رحم دلی کے مستحق ہیں۔ نیز انسانوں کی مدد اور تعاون کے سلسلے میں عقیدہ ومذہب کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ[2] (اور مومنو! تم جو مال خرچ کروگے تو اُس کا فائدہ تم ہی کو ہے اور تم تو جو خرچ کروگے اللہ کی خوشنودی کے لیے کروگے اور جو مال تم خرچ کروگے وہ تمہیں پورا پورا لوٹا یا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہ کیا جائے گا)۔

گویا محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ محتاج شخص مسلم ہو یا غیر مسلم، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، ہر ایک پر خرچ کرنے کا جذبہ باعث اجر ہے۔ اس میں عقیدہ اور دین و مذہب کا فرق نہیں رکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تنگ دست اہل کتاب کو بھی مساکین کے زمرہ میں شامل کرکے زکوٰۃ وصدقات کا مستحق قرار دیا[3]۔

کتاب الاموال میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی گھرانے کو صدقہ دیا کرتے تھے اور مسلمانوں نے آپ ﷺ کے بعد اس گھرانے کے صدقہ کو برابر جاری رکھا[4]۔

---

[1] القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، الاقلیات الدینیہ والحل الاسلامی، مکتبہ وہبتہ القاہرۃ، قاہرہ، ۱۴۲۲ھ، ص ۵۳

[2] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ ۲ : ۲۷۲

[3] قاضی ابویوسف، کتاب الخراج، ص ۱۳۶

[4] ابوعبید، قاسم بن اسلام، کتاب الاموال، دارالشروق، بیروت، ۱۴۰۸ھ، ص ۶۱۳

صحابہ کرام غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب ایک تنگ دست یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو بیت المال سے ہمیشہ کے لئے اس کا اور اس کے اہل و عیال کا روزینہ مقرر کر دیا اور بطورِ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ [۱]

(صدقات صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں اور ان کے لئے جن کی تالیفِ قلبی مطلوب ہو، نیز یہ کہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے کے لئے ہیں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے)۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے تنگ دست اہل کتاب کو بھی مساکین کے زمرہ میں شامل کرکے انہیں بھی زکوۃ و صدقات کا مستحق قرار دیا[۲]۔

خلفا اور مسلم حکمرانوں نے غیر مسلموں کے لئے باہمی تعاون اور اجتماعی کفالت کے حق کی پاسبانی کا جس طرح حق ادا کیا تاریخ گواہ ہے۔ امام ابو یوسف نے عمر بن نافع کے حوالہ سے بیان کیا ہے: عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دروازے سے گزرے، وہاں ایک ضعیف العمر نابینا شخص کو بھیک مانگتے دیکھا۔ آپ نے اسے کہنی ماری اور پوچھا: اہل کتاب کی کس نوع سے تعلق ہے؟ اس نے جواب دیا یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا کس چیز نے تجھے بھیک مانگنے پر مجبور کیا ہے۔ اس نے کہا بوڑھا ہوں، اپنی ضروریات اور جزیہ ادا کرنے کے لئے بھیک مانگتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے گئے۔ گھر سے کچھ مال اس کو دیا۔ اس کے بعد خزانچی کو بلوا کر کہا اس کو اور اس قسم کے لوگوں کو دیکھو، اللہ کی قسم یہ ہرگز انصاف نہیں ہے کہ ہم اس کی جوانی سے تو فائدہ اُٹھائیں اور بڑھاپے میں اسے رسوا ہونے کے لئے چھوڑ دیں۔[۳]

بین الادیان ضیافت کی تعلیمات

[۱] القرآن الکریم، سورۃ التوبہ ۹: ۶۰

[۲] کتاب الخراج، ص ۱۳۶

[۳] ایضاً

غیر مسلموں کی خدمت اور مہمانداری کی بیسیوں مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہؐ نے انہیں اپنی مسجد میں ٹھرایا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کی ضیافت و خدمت کے فرائض انجام دیے۔[1]

بین الادیان باہمی تعاون کی تعلیمات

مصیبت و آفت کے موقع پر غیر مسلم افراد کی اعانت کرنا اور ان کے ساتھ ہمدردی و تعاون کرنا آنحضرت ﷺ کا خاصہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان غیر مسلم افراد کی بھی اعانت و فریاد رسی فرمائی جنہوں نے مسلمانوں پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے تھے۔ ردالمحتار میں ہے کہ ایک سال مکہ مکرمہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کو پانچ سو دینار روانہ کیے تاکہ وہ اہل مکہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کریں[2]۔

بین الادیان تجارت کی تعلیمات

کاروبار، خرید و فروخت، لین دین انسانی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ یہ معاملات جس طرح مسلمانوں کے ساتھ کیے جا سکتے ہیں اسی طرح غیر مسلم افراد کے ساتھ بھی جائز ہیں۔ غیر مسلم طبقے سے تجارتی تعلقات شرعی حدود میں رہتے ہوئے کیے جانے چاہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنے لوہے کی ذرہ رہن رکھی[3]۔ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ ان کے آپس کے معاملات کے فساد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا[4]۔

بین الادیان خورونوش کی تعلیمات

غیر مسلموں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ آسمانی دین کے حاملین۔ جنہیں اہل کتاب کہا جاتا ہے مثلاً یہود اور عیسائی۔

---

[1] ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ہبتہ اللہ، معجم الشیوخ، دارالبشائر، قاہرہ، ۱۳۸۸ھ، ص ۹۷۱

[2] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب مصرف الزکاۃ والعشر، دارالفکر، بیروت، ج ۲، ص ۳۴۲

[3] الجامع الصحیح البخاری، کتاب البیوع، باب الشراء بالنسیئۃ

[4] تقی الدین، ابن دقیق العید، احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ، مصر، ۱۳۷۲ھ، ج ۲، ص ۱۵۶

۲۔ غیر آسمانی مذہب کے حاملین۔ جن کا مذہب خود ساختہ اور وضع کردہ ہے، مثلاً ہندو اور مجوسی وغیرہ۔

اسلامی شریعت میں دوسری قسم کے غیر مسلموں کے مقابلے میں پہلی قسم کے غیر مسلموں کا معاملہ قدرے مختلف ہے۔ چنانچہ اسلام نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے اور ان کی عورتوں سے شادی کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ اہل کتاب کو غیر مسلموں کے مقابلے میں خصوصیت حاصل ہے، اس لئے ان کا معاملہ دیگر غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہیں جن کا تذکرہ گذشتہ مباحث میں ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں انہیں درج ذیل حقوق حاصل ہیں مثلاً ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اہل کتاب اللہ تعالیٰ کے وجود، رسالت اور وحی کے قائل ہیں اور کسی ایسے نبی اور ان کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جن کی نبوت کی اسلام توثیق کرتا ہے۔ اور ایسی قومیں دو ہی ہیں یعنی یہودی اور عیسائی۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم

اہل کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ قرآن حکیم نے ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ[۱] (آج تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہار کھانا ان کے لئے حلال ہے)۔

جمہور علماء کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد صرف اہل کتاب کے ذبائح کا گوشت ہے ۔کیونکہ گوشت کے علاوہ دوسری اشیاء مثلا گیہوں، چاول اور پھل وغیرہ میں اہل کتاب اور دوسرے کفار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جمہور صحابہؓ و تابعین کے نزدیک لفظِ طعام سے مراد ذبیحہ جانور ہیں۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: لفظ طعام ہر کھانے کی چیز کے لیے بولا جاتا ہے جس میں ذبائح بھی داخل ہیں اور اس آیت میں طعام کا لفظ خاص ذبائح کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک اہل کتاب کے طعام میں سے جو چیزیں مسلمانوں کے لیے حرام ہیں وہ اس عمومِ خطاب میں داخل نہیں[۲]۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابودرداؓ، ابراہیم، قتادہ، سعدی، ضحاک اور

---

[۱]۔ القرآن الکریم، المائدہ ۵:۵

[۲]۔ قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، ج۶، ص ۴۳

مجاہد رحمھم اللہ تعالیٰ سے یہی منقول ہے[1]۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ اس لیے کہ وہ غیر اللہ کے نام سے ذبح کو حرام سمجھتے ہیں اور اللہ ہی کے نام سے ذبح کرتے ہیں [2]۔ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی حکمت کے بارے میں مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: اکثر صحابہؓ و تابعین اور ائمہ تفسیر کی طرف سے یہ ہے کہ تمام کفار میں سے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دین میں سینکڑوں تحریفات ہونے کے باوجود اس مسئلہ میں ان کا مذہب بھی اسلام کے مطابق ہے۔ یعنی وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا عقیدۂ ضروری سمجھتے ہیں [3]۔

ذبیحہ جائز ہونے کی شرائط

ااہل کتاب کے ذبیحہ حلال ہونے کی درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح ہو۔

۲۔ اہل کتاب کے ہاتھوں سے ذبح ہونے والا جانور اسلام میں حرام نہ ہو۔

۳۔ اہل کتاب غیر اللہ کے نام سے ذبح نہ کرتے ہوں۔

لہٰذا اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے اس وقت حلال ہوگا جب مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حرام ہوگا۔

بین الادیان ازدواج کی تعلیمات

معاشرتی استحکام اور اقوام کا وقار خاندانوں کی تشکیل پر ہی موقوف ہے جس کی بنیاد ازدواجی تعلقات پر ہے۔ ازدواج کا مسئلہ بلا تفریق دین و مذہب ہر دور میں انسانی سماج کے درمیان اہمیت کا حامل رہا ہے۔ مختلف ادیان و مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے مابین ازدوج کے آداب و رسوم میں تو فرق ہو سکتا ہے لیکن ازدواج کی اہمیت سے کسی باشعور انسان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے

[1]۔ آلوسی، محمود، روح المعانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، ج۶، ص ۶۲

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، قاہرہ، ج ۳، ص ۴۰

[3] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۱۹۸۹ء، ج ۳، ص ۵۱

اسلام نے مسلمانوں کے لیے نکاح کو لازم قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمان مردوں کے لیے اہل کتاب کی عورتوں سے بھی نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ[1]

اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہلِ کتاب عورتیں بھی حلال ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان مرد جس طرح شریف اور پاکدامن مسلمان عورت سے نکاح کر سکتا ہے اسی طرح پاکدامن کتابیہ سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان عقائد کا بڑی حد تک اشتراک پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء کتابیہ عورت سے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک نصرانی عورت سے شادی کی تھی اور اسی طرح حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بھی نصرانی عورت سے شادی کی اور حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودی عورت سے شادی کی تھی[2]۔

علامہ ابن قدامہ نے کتابیہ سے نکاح کے جائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے دور میں بہت سے ایسے افراد اسلام لائے جن کی بیویوں نے بھی اسلام قبول کیا وہ اپنے سابق نکاح پر قائم رہے۔ آپ ﷺ نے ان سے شروط نکاح اور کیفیت نکاح کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔ اور یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔[3]

جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک اگرچہ ازروئے قرآن اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن ان سے نکاح کرنے سے اگر مفاسد پیدا ہوں تو ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کتابیہ عورت سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے کہ مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں[4] اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑا

---

[1]۔ القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ ۵ : ۵

[2]۔ ابن القیم، محمد بن ابی بکر، احکام اہل الذمہ، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ، ج ۱، ص ۴۵۴

[3]۔ ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۹۹ھ، ج ۷، ص ۳۲۴

[4]۔ القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ ۵ : ۵

کونساشرک ہوگا کہ وہ عیسیٰ بن مریم یا کسی اور بندہ کو اپنا رب اور خدا قرار دے۔[1] متقدمین نے کتابیہ سے نکاح کی بابت اگرچہ اپنی آرأ بیان کی ہیں لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اور یہ اجازت قطعی ہے۔ البتہ مسلمان عورت کا اہل کتاب مرد سے نکاح جائز نہیں ہے، اس بابت رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہایت واضح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کریں گے لیکن انہیں ہماری عورتوں سے نکاح کی اجازت نہ ہوگی۔[2]

نتائج وسفارشات

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مسلمان جس طرح دوسرے مسلمان کے حق میں سلامتی کا پیکر ہوتا ہے اسی طرح وہ غیر مسلموں کے حق میں بھی سلامتی کا پیکر ہوتا ہے۔ تیر و تلوار، نیزہ و ہتھیار تو کجا وہ اپنی زبان سے بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا۔

حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے اور نیک برتاؤ کرنے کے لیے رنگ و نسل اور مذہب وعقیدہ کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ یہ حکم سب کے حق میں عام ہے۔ مسلمانوں کا ربط و تعلق کسی بھی مذہب و ملت کے افراد سے ہو، انہیں ہر صورت میں یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہماری زبان و بیان سے ہر گز کسی کو تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ کیونکہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں سے عدل و انصاف کا معاملہ، اچھا برتاؤ اور حسن سلوک کرنا چاہئے۔ اور اسے ترویج دینی چاہیے۔

اسلام کے ابتدائی دور سے ہی معاشرتی حقوق مسلمانوں کی طرف سے غیر مسلموں کو حاصل تھے جن کی روشنی میں آج بھی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کو متعین کیا جاسکتا ہے اور اس پر غور کرنے سے یہ حقیقت ہمارے سامنے روشن ہوسکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ قانوناً بھی اور اخلاقاً بھی اپنے ہاں بسنے والے کسی بھی غیر مسلم کو کس طرح سے دیکھتا ہے، اس کا خیال کس طرح رکھتا ہے، اس کو کیا کیا حقوق عطا کرتا ہے، اور اسے کس اعتبار سے مکمل آزادی عطا کرتا ہے۔ آج بھی اس اسلامی روایت کے احیا اور فروغ کی ضرورت ہے۔

---

[1] الجصاص، ابو بکر احمٰن بن علی رازی، احکام القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج ۳، ص ۳۲۴

[2] سنن البیھقی الکبری، ج ۷، ص ۱۷۲

اسلام کے سنہرے ادوار میں بلادِ اسلامیہ میں مقیم غیر مسلم اقوام کو حاصل شدہ حقوق دراصل اقوامِ عالم میں اسلام کے تیزی کے ساتھ پھیلنے کا سبب بنے۔ اس امر کی شہادت ڈاکٹر گوسٹاف لیبن نے دی ہے۔ جس نے مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کو اسلام کی ترویج کا مرہونِ منت قرار دیا ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر گوسٹاف لکھتے ہیں: اسلام کی واضح اور عالمگیر تعلیمات اور اس کے نظامِ عدل و احسان نے اقوامِ عالم میں اشاعت اسلام میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی وہ امتیازی خصوصیات تھیں جو بے شمار عیسائی اقوام کے لیے قبولِ اسلام کا باعث ہوئیں۔ مصریوں کو دیکھئے، وہ قیصروں کے دورِ حکومت میں نصرانی تھے۔ لیکن جب وہ اسلام کے اصولوں سے واقف ہوئے تو وہ مسلمان بن گئے۔ اسی طرح کوئی قوم بھی اسلام کو دل سے قبول کرنے کے بعد دوبارہ عیسائی نہیں ہوئی۔ قطع نظر اس سے کہ یہ امت غالب تھی یا مغلوب، تو اس کی وجہ بھی اسلام کی یہی امتیازی خصوصیات تھیں۔[1]

مسلمانوں کے اسی طرزِ عمل کے بارے میں مشہور مستشرق رینو (Reno) گواہی کو مصطفیٰ السباعی نے اپنی کتاب میں اس طرح لکھا ہے: اندلس میں مسلمانوں کا وہاں کے عیسائی باشندوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک تھا، اسی طرح نصاریٰ نے بھی مسلمانوں کے جذبات کا لحاظ رکھا۔ وہ اپنی اولاد کا ختنہ کرتے تھے اور خنزیر کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔[2]

حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمان خواہ وہ اسلامی مملکت میں ہو یا جمہوری مملکت میں وہ ہر مقام پر محبت کے پیام کو عام کرنے والا ہوتا ہے۔ الفت کے پھول بکھیرنے والا ہوتا ہے۔ گفتار و کردار کے لحاظ سے امن و سلامتی کا پیکر ہوتا ہے۔ اسے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہی وجود بخشا گیا ہے اور یہ چیز اسے دین اسلام نے سکھائی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ بین الادیان سماجی تعلقات کی اسلامی تعلیمات کو عالمی سطح پر اجاگر کیا جائے اور اس کا شعور بیدار کیا جائے۔ تاکہ دنیا میں امن قائم کیا جاسکے اور اسلام کا روشن اور تابندہ چہرہ تمام عالم انسانیت کو دکھایا جاسکے اور یہی اس مقالہ کی اہم ترین تجویز و سفارش ہے۔

---

[1] ۔ لوبون، غوستاف، حضارۃ العرب، مکتبہ الاسرۃ، ریاض، ۱۴۳۵ھ، ص ۱۲۵

[2] ۔ السباعی، مصطفیٰ، من روائع حضارتنا، دارالوراق، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۲۹ھ، ص ۱۴۷